Vol. 5No.3 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

ناول "پوکے مان کی دنیا" کا تجزیاتی مطالعہ

(جدید ذرائع ابلاغ کے بچوں پر اثرات کے تناظر میں)

ڈاکٹر نازیہ یونس

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو نجز، اسلام آباد

ANALYTICAL STUDY OF NOVEL ''POOKY MAN KI DUNYA'' WITH REFRENCE TO EFFECTS OF MODERN MEANS OF COMMUNICATION ON CHILDREN

Since the whole world has become a global village, the distance between the countries is minimized. The modern tools and means of communications are easing the human life, but at the same time. It has very dreadful and negative effects on the new generations. The affiliation of young one, with the electronic gadgets, is creating really serious problems, to their physical and mental growth. Noval ''Pooky man ki dunya'' has depicts this aspect in a very unique manner. The use of technology, by the children, should be under control.

Keywords: *Indian Novelist*, *Misuse of technology*, *Negitivity of Cartoons chartcters*, *Modernism*, Media effects,

مشرف عالم ذوقی اردو ادب کے منظر نامے میں اہم اور نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ مشرف عالم ذوقی ہندوستان کے فکشن نگاروں میں اپنی منفرد تخلیقات اور موضوعات کی وجہ سے نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔ آپ نے ناول نگاری، افسانہ نگاری، ڈرامہ نگاری کے علاوہ صحافت اور خاکہ نگاری جیسی مختلف اردو نثری اصناف میں طبع آزمائی کی نیز ادب کے ہر میدان میں اپنی انفرادیت کے جوہر دکھائے۔ ناول نگاری کے سفر کا آغاز ۱۹۹۲ء میں ناول" نیلام گھر" کے شائع ہونے سے ہوا۔ اب تک ان کے تیرہ ناول اور سات افسانوی مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ ان کے ناولوں میں "شہر چپ ہے"، "مسلمان"، "بیان"، "لے سانس بھی آہستہ"، "آتشِ رفتہ کا سراغ"، "پروفیسر ایس کی عجیب داستان"، "نالۂ شب گیر" ،اور "مرگ انبوہ" خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

ذوقی کے فکشن کا مطالعہ ان کے ہاں موجود موضوعاتی تنوع کو سامنے لاتا ہے۔ ان کے ناولوں میں برصغیر کے اقلیتی طبقوں خاص کر دلت طبقے اور مسلمان طبقے کے مسائل کی بھرپور ترجمانی ملتی ہے۔ اس کے علاوہ ہندوستان کے سماجی، معاشرتی اور سیاسی مسائل کے ساتھ ساتھ انسانی نفسیات کی منظر کشی، موجودہ عہد کی گھٹن اور صارفیت کے خلاف احتجاج بھی نظر آتا ہے۔ ملک کے سیاسی، سماجی، معاشی اور اقتصادی و تہذیبی عناصر میں آنے والی تبدیلیوں کی رفتار ان کے مشاہدے کا حصہ ہے۔ سائنس و ٹیکنالوجی کے زیر اثر ہونے والی نئی نئی ایجادات اور ان کے نتیجے میں معاشرے میں پیدا ہونے والے انتشار اور مرتب ہونے والے اثرات پر ان کی گہری نگاہ رہتی ہے۔ چنانچہ ذوقی اپنے موضوعات کا انتخاب موجودہ دور کے بدلتے ہوئے حالات، پیش کردہ واقعات اور سماجی تبدیلیوں کی روشنی میں کرتے ہیں۔ اس لیے ان کے ہاں اچھوتے اور منفرد موضوعات ملتے ہیں۔ ذوقی کا اسلوبِ نگارش بھی ہم عصر فکشن نگاروں سے جدا ہے۔ ان کا اسلوب اور زبان وبیان دلکشی لیے ہوئے ہے۔ آپ کی قوتِ متخیلہ زور دار ہے۔ صاف اور واضح الفاظ میں مدعا بیان کرتے ہیں۔ لفظوں کی کاٹ قاری کو ایک نئی جہت میں سوچنے پر مجبور کرتی ہے۔ لفظوں کے نشتر کاغذ کا سینہ چھلنی کر دیتے ہیں۔ آپ کے ناولوں میں موجود فلسفیانہ افکار زندگی کے بارے میں بنیادی سوال اٹھاتے نظر آتے ہیں۔

مشرف عالم ذوقی ناول" پوکے مان کی دنیا" ۲۰۰۴ء میں منظرِ عام پر آیا۔ اس ناول میں جدید ٹیکنالوجی کے استعمال، مادیت پرستی، جنریشن گیپ، بچوں کی نفسیات پر کارٹون کرداروں کے اثرات کے ساتھ ساتھ ہندوستانی تہذیب، اقدار اور معاشرے میں ہونے والے تغیرات کا بیان ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر فخر الکریم اپنے مضمون میں رقم طراز ہیں۔

> "جدید اردو ناول نگاری میں مشرف عالم ذوقی بھی ایک اہم نام ہے۔ "بیان" سے لے کر "لے سانس بھی آہستہ" تک ذوقی نے متعدد ناول لکھے۔ لیکن ان کا ناول" پوکے مان کی دنیا" ہماری توجہ کا مرکز اس لیے بن جاتا ہے کہ انھوں نے اس میں نئی نسل کی دلچسپیوں اور نئے سماجی برتاؤ کی پیشکش اور طریقِ زندگی پر بڑا اچھا مسالہ اکٹھا کر دیا ہے۔" (۱)

Vol. 5No.3 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

ناول ” پوکے مان کی دنیا“ میں کارٹون کردار ” پوکے مان “ کی مدد سے ذوقی قاری کو اس فینٹسی سے متعارف کرواتے ہیں، جس میں جدید عہد کے بچوں نے رہنا شروع کر دیا ہے۔ یہ کردار مافوق الفطرت عناصر سے مرکب ہیں۔ ان کے پاس طاقتیں ہیں اور ان طاقتوں کی مدد سے وہ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ وہ اپنے دشمنوں سے لڑ سکتے ہیں، انتقام لے سکتے ہیں نیز ان کے اندر مسابقت اور طاقت کے حصول کا جذبہ جنم لینے لگتا ہے۔ یہ ناول دراصل جدید انسان کا المیاتی بیان ہے۔ ترقی کی اس دوڑ میں اس نے کیا کھویا ہے اسے اس بات کا قطعاً احساس نہیں ہے مگر جو اس نے پایا ہے وہ اس کی اقدار اور جڑوں کو کیسے کھوکھلا کر رہا ہے، وہ اس بارے میں بھی سوچنے سے قاصر دکھائی دے رہا ہے۔ جدید ٹیکنالوجی معاشرتی اور تہذیبی شکل میں تبدیلی لا رہی ہے، سماج کا چہرہ بدل رہا ہے، اقدار تبدیل ہو رہی ہیں، انسان کی سوچ اور رہنے سہنے کا ڈھنگ، طور طریقے اور خاص طور پر زندگی کے بارے میں اس کا نقطہ نظر بدلتا جا رہا ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر احمد صغیر کہتے ہیں۔

” پوکے مان کی دنیا، بچوں کے کارٹون کو تمثیل بنا کر جدید انسان کی بے چارگی اور شکست و ریخت کو بیان کرتا ہے۔ اس ناول میں ڈھانچہ تو کارٹون کا استعمال کیا گیا ہے لیکن بیانیہ بھارتی سماج کا ہے۔“ (۲)

ناول ” پوکے مان کی دنیا“ بیانیہ انداز میں تحریر کیا گیا ہے۔ ناول کا کینوس بہت وسیع ہے۔ ناول میں سیاست، انصاف، بچوں کی نفسیات، جدید ٹیکنالوجی، گلوبلائزیشن، زندگی کے بنیادی سوالات، گجرات مسلم کشی کے واقعات، رئیلٹی، فینٹسی، سائبر کرائم، میڈیا کے اخلاقیات، تہذیبی زوال اور سنسکاروں کے ختم ہونے کا ذکر موجود ہے۔ مشرف عالم ذوقی نے ناول میں موجودہ دور کی زندگی اور بدلتی تہذیب کی تصویر کشی کی ہے۔ جنریشن گیپ اور اس حوالے سے والدین کی ذمہ داریوں پر سوال اٹھائے گئے ہیں اور سب سے اہم یہ کہ بچوں کو کرداری محور بنا کر ہندوستان کی سیاست کا پردہ فاش کیا گیا ہے۔ ناول کے تمام کردار اپنا ایک الگ اور مکمل روپ رکھتے ہیں اور اپنی اپنی جگہ قاری کی فکر کو متاثر کرتے ہوئے سوچ کے نئے در وا کرتے ہیں۔ ناول کے کرداروں میں سنیل کمار، اس کی بیوی اسنیہہ، اس کی بیٹی ریا، بیٹا نتن، سپریم کورٹ کا سینئر وکیل نکھل اڈوانی، ریفارم ہاؤس کی ملازمہ میری فرنانڈس، بی جے پی پارٹی کا دلت کارکن جئے چنگی رام، جے چنگی رام کی بیویاں سمترا اور شوبھا، بارہ سالہ بیٹی سونالی، بلڈنگ کنٹریکٹر دیورت، اس کی بیوی شالنی اور بارہ سالہ بیٹے روی کنچن کے علاوہ ایک کارٹون کیریکٹر ” پوکے مان “ کا ذکر ملتا ہے۔ یہ سب کردار ایک مسلسل ذہنی کشمکش کا شکار نظر آتے ہیں۔ ایک عام زندگی گزارتے ہوئے اچانک یہ کردار وقت اور زمانے کی ستم ظریفی کا نشانہ بن جاتے ہیں اور وقت کا دھارا انہیں اپنے ساتھ بہائے چلا جا رہا ہے۔ کچھ کردار وقت سے فائدہ اٹھانے کے چکر میں اپنے سنسکاروں اور حدود و قیود کا قتلِ عام کرتے نظر آتے ہیں۔ کچھ حال میں مست اور کچھ ماضی کے سراب میں گم دکھائی دیتے ہیں۔ ناول کے کرداروں کے بارے میں ڈاکٹر عبدالکریم لکھتے ہیں۔

”زندگی ایک مسلسل کشمکش ہے اور اس کہانی کے کردار انھیں حالات اور اسی کشمکش سے ہر جگہ متصادم ہیں یا یوں کہا جائے کہ جوجھتے رہتے ہیں۔“

(۳)

سنیل کمار رائے گوپال گنج کے غریب گھرانے میں پیدا ہوا۔ اچھی تعلیم اور محنت کی بدولت آج کل دلی میں بطور جج اپنے فرائض انجام دے رہا ہے۔ ذوقی نے سنیل کمار کی ذات کے آئینے میں انسان کی نفسیات کی خوب صورت انداز میں تصویر کشی کی ہے۔ اس کردار کے ذریعے وہ اس حقیقت سے پردہ اٹھاتا ہے کہ اکثر اوقات انسان اپنی ذات کے خول میں مقید ہوتا ہے اور اس کی اپنی حقیقت اور اصلیت کہیں دور رہ جاتی ہے۔ اس کا ظاہر اس کے باطن سے جدا ہوتا ہے۔ اس کا ظاہر اور باطن ایک کشمکش میں مبتلا اور ایک انتشار کا شکار ہوتے ہیں۔ انسان دنیا کے سامنے اپنی ظاہری اور غیر حقیقی اصلیت کا بھرم رکھنے کی تگ و دو میں لگا رہتا ہے۔ مگر تنہائی کے عالم میں اس کا سامنا اپنے اصل چہرے سے ہو جاتا ہے۔

” اپنی مووِنگ کرسی کے پاس ہی، دیوار پر میں نے ایک بڑا سا آئینہ لگا رکھا ہے۔ مگر کیوں؟ اس میں ایک چہرہ ڈھونڈتا ہوں۔ یہ چہرہ میرا جانا پہچانا ہے۔ یہ چہرہ میرا دوست ہے۔ قانون کی وزنی کتابوں سے فرصت پاتے ہی میں ذرا سا مڑتا ہوں۔ اور آئینے میں ایک شہر جھلملا اٹھتا ہے۔ آئینہ میں ایک پرانا چہرہ زندہ ہو جاتا ہے۔“ (۴)

سنیل کا بیٹا نتن اور بیٹی ریا، کانونٹ سکول میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد جدید تہذیب سے متاثر ہو کر ماڈرن ہو جاتے ہیں۔ سنیل ان کے رنگ ڈھنگ سے نالاں ہے۔ عمر کے اس حصے میں اسے گوپال گنج اور دلی کے کلچر میں خاصا فرق نظر آتا ہے۔ اسے اپنی اولاد کی سوچ، فکر اور اپنی سوچ اور فکر میں بہت تضاد نظر آتا ہے۔ یہ تضاد اسے اندر سے بے چین اور بے کل کیے رکھتا ہے۔ وہ اپنی اولاد سے مختلف موضوعات پر بات کرنا چاہتا ہے مگر ذہنی ہم آہنگی کے فقدان کی بدولت خوف اور تذبذب کا شکار ہے۔ دونوں جنریشنز ایک دوسرے کو سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ کھانے کی ٹیبل پر گفتگو کے دوران ریا زور سے چیخ کر سنیل سے مخاطب ہو کر کہتی ہے۔

” یہ ہے جنریشن گیپ۔ آپ کے اور ہمارے بیچ کا ڈیڈ۔ اونلی جنریشن گیپ۔ آپ صرف ہماری جنریشن میں بیکٹیریا ڈھونڈو گے۔ غلط باتوں کا بیکٹیریا۔ یو آر سو کنزرویٹو اینڈ سو اولڈ فیشنڈ۔ بدلے ہوئے زمانے میں آپ ہمیں Accept کرو گے ہی نہیں۔“ (۵)

Vol. 5No.3 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

یوں ذوقی نے قاری کے لیے سوال اٹھایا ہے کہ اس مشینی دور میں جب ہر کوئی اپنی زندگی میں مصروف ہے اور وقت کی کمی کا رونارو رہا ہے، اولاد اور والدین کے درمیان جو دوری پیدا ہو گئی ہے یہ جنریشن گیپ ہے یا اسے کمیونیکیشن گیپ کا نام دیا جائے گا۔ نیز کیا ایک نسل دوسری نسل کے افکار و نظریات کو سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ نئی اور پرانی تہذیب کے تصادم کی وجہ کیا ہے؟ کیا بدلتے ہوئے زمانے کے ساتھ پرانی نسل کے لوگ اپنے آپ کو ہم آہنگ نہیں کر پاتے جس کے نتیجے میں جنریشن گیپ پیدا ہوتا ہے اور اولاد والدین سے بدگمان ہوتی ہے۔

سنیل کمار گو دلی شہر میں آباد ہے مگر وہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خود کو اس شہری زندگی سے ہم آہنگ نہیں کر سکا۔ وہ پرانی تہذیب اور اقدار سے چمٹا رہا اور بدلتی تہذیب سے سمجھوتہ نہیں کر سکا جب کہ اس کی بیوی نئی تہذیب سے مطابقت کر لیتی ہے۔ سنیل کو اس بات کا احساس ہے کہ بچے بڑے ہو رہے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنی دنیا خود بنا کر اس میں اڑنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ ان کے پاس ان کی اپنی آئیڈیولوجی آ گئی ہے۔ وہ دنیا کو اپنی نظر سے اپنی عینک سے دیکھتے ہیں۔ جدید ٹیکنالوجی سے دوستی نے ان بچوں کو بدل دیا ہے۔ ان کی برین واشنگ کر دی ہے۔ اسے اس بات کا دکھ اور احساس ہوتا ہے کہ ہم اپنی نسل سے اتنے بے خبر ہو گئے ہیں کہ ہمیں علم ہی نہیں ہے کہ وہ کس سمت جا رہی ہے۔ ہماری اس بے خبری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ شاطر دماغوں کے ہاتھوں میں کھیلنے لگ گئے ہیں اور ان معصوم ذہنوں میں جن میں ہمیں محبت کی آبیاری کرنی چاہیے تھی اب ان کے اندر نفرت بھر گئی ہے۔ اب وہ اپنے سیاسی نظریات کے مالک ہیں۔ وہ اپنی بیوی سنہیہ سے بچوں کی عادات، ان کے معمولات اور ان کے دوستوں کے حوالے سے تحفظات اور فکر کا اظہار کرتا ہے۔ وہ اپنی بیٹی ریا کے دوست کے گھر میں آنے اور ریا کے کمرے میں رات کے وقت ٹھہرنے پر تشویش کا اظہار کرتا ہے۔ سنیل کی باتوں کے جواب میں سنہیہ، سنیل سے کہتی ہے۔

> ”بچے اڑ رہے ہیں اور ان کے اڑنے کے لیے تمہارا آسمان چھوٹا پڑ گیا ہے، انہیں ان کی مرضی پر چھوڑ دو۔ مجھے دیکھو میں ماں ہوں تم سے زیادہ مجھے ٹھیس لگنی چاہیے مگر۔۔۔ میں جانتی ہوں اس اڑان کا اگلا لمحہ کیا ہو سکتا ہے۔۔۔ سنو۔۔۔ شاید میں ڈر گئی ہوں۔“ (۶)

سنیل جب شہری معاشرے میں برسوں پرانی تہذیب کا فقدان دیکھتا ہے تو اسے اپنے کلچر کے زوال پر شدید دکھ ہوتا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ شاید جب عمر جست بھر کر ایک زمانہ طے کرتی ہے تو اسے فکر لاحق ہو جاتی ہے کہ ایک تہذیب اور کلچر بدل رہا ہے، زوال کا شکار ہے۔ نئی نسل اپنی روایات، اقدار اور سنسکار چھوڑ کر نئی روایات، اقدار اور کلچر اپنانا شروع کر دیتی ہے اور سب اس دم توڑتی اور زخمی سنسکرتی کو کو بچانے کی کوششیں شروع کر دیتے ہیں۔ اپنے خیالات کا اظہار وہ ان الفاظ میں کرتا ہے۔

> ”یہ باتیں ہمیں پریشان کر رہی ہیں کہ ایک کلچر ہم سے دور ہو رہا ہے۔ ایک سنسکرتی ہم سے روٹھ رہی ہے۔۔۔ امریکہ سے ہندوستان تک۔۔۔ ہر بار گھوم پھر کر ہم ایک سنسکرتی کو بچانے کے لالچ میں پڑ جاتے ہیں۔“ (۷)

جدید ٹیکنالوجی کے آزادانہ استعمال اور عام رسائی نے بڑوں کے ساتھ ساتھ بچوں کو بھی بری طرح متاثر کیا ہے۔ ہر طرح کا مواد ایک کلک پر دستیاب ہے۔ تربیت اور آگہی کی کمی کی بدولت بچوں کا یہ شعور نہیں ہے کہ انہیں کس قسم کا مواد نہیں دیکھنا چاہیے۔ ایسے مواد تک رسائی بچوں کے اندر تجسس کو ہوا دیتی ہے۔ ایسا مضرِ اخلاقیات مواد بچوں کی نفسیات پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔ سنیل کے پاس جب بارہ سالہ بچے کا ریپ کیس آتا ہے تو وہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ایسے کون سے عوامل ہیں جو بچوں کو اس نہج تک لے کر جا رہے ہیں۔ وہ اپنے دوست نکھل سے اس بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کہتا ہے

> ”لیکن پہلی بار نکھل۔ اتنے برسوں کی زندگی میں پہلی بار میں اخلاقیات کی ایک بوسیدہ کتاب ادھیڑ رہا ہوں۔ جانتے ہو۔ آجکل سارا سارا دن، ساری ساری رات انٹرنیٹ میں الجھا رہتا ہوں۔ سوچتا ہوں۔ وہ کیا چیز ہے۔ جو بچوں کو تباہ کر رہی ہے۔ ٹی۔ وی۔ سوپر کمپیوٹر۔ یا گلوبلائزیشن۔ ترقی ہوتی ہے اور اچھی چیز ہے۔ مگر کیا ہوتا ہے۔ دھماکہ کے ساتھ ایک نئی چیز ہمارے بیچ آ جاتی ہے۔ گلوبلائزیشن۔ تمام فاصلوں کو، ایک چھوٹے سے ولیج میں قریب کرنے والے کنجی ایک زوردار دھماکہ کر جاتی ہے اور۔ وہ نتن بھی ہے۔ ریا بھی اور وہ بارہ سال کا بچہ بھی۔“ (۸)

بچوں کو کیا پسند ہے اور کیا نا پسند ہے اس حوالے سے کوئی والدین جاننے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔ زمانہ بدلتا جا رہا ہے، وقت بدلتا جا رہا ہے، وقت اور زمانے کے ساتھ ساتھ بچوں کی دلچسپیاں اور مشاغل بھی تبدیل ہوتے جا رہے ہیں۔ والدین کے پاس بچوں کے پاس بیٹھنے، ان سے باتیں کرنے اور انہیں سمجھنے کے لیے وقت نہیں ہے۔ انسان زمانے کے ساتھ اڑنے اور ترقی کے چکر میں اپنی اصل ذمہ داری کو فراموش کر گیا اور اپنے بچوں سے دور ہوتا چلا گیا۔ اسی دوران گلوبلائزیشن نے اپنا رنگ دکھایا اور بچوں نے اپنی ایک فنتسی تخلیق کر لی۔ اس حوالے سے سنیل نکھل سے کہتا ہے۔

> ”بچے فینٹسی کی دنیا میں رہ رہے ہیں۔ بچے خوابوں کی دنیا میں رہ رہے ہیں۔ بچے خوابوں کی دنیا میں رہ رہے ہیں۔ بچے NEO بن گئے ہیں۔ جو خوابوں میں رہتا ہے۔ خوابوں کے درمیان ہی اٹھتا بیٹھتا ہے۔ ذرا سوچو۔ ہندوستانی بچوں کو یہ خواب کون دے رہا ہے۔ امریکی کہانیاں۔ جاپانی کہانیاں۔ چینی کہانیاں۔ لیکن بچوں کو پسند کیا ہے۔ WWF۔ بچوں کو ایک آدمی کا جیتنا پسند ہے۔ اس فتح یا جیت کے بیچ کس کی جان جاتی ہے۔ بچے جاننا نہیں

چاہتے۔ قانون کیا کہتا ہے۔ انصاف کیا ہے۔ بچے اس بحث سے بلند ہو گئے ہیں۔۔۔وہ ظالم کا انت دیکھنا چاہتے ہیں۔اسپائڈر مین سے حلک تک۔ فینٹن سے ہیری پوٹر تک۔ اور اسی فینٹسی کی دنیا میں جیتے، رہتے ہوئے جانے انجانے طور پر ان بچوں نے اپنے لیے بلائنڈ ڈیتھ کو پسند کر لیا ہے۔" (۹)

موجودہ عہد میں بچوں اور بچیوں کی جنسی بے راہ روی اور وقت سے پہلے میں سائنسی آلات مثلاً ٹی وی، کمپیوٹر وغیرہ کو موردِ الزام ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ والدین بھی اس سلسلے میں لاپروائی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اخلاقیات کا نام تو لیا جاتا ہے مگر انہیں سکھایا یا بتایا نہیں جاتا۔ والدین اپنی دنیاؤں میں گم ہیں۔ ان کا اپنا سوشل سرکل ہے، زندگی ہے اور وہ اسی زندگی میں مست اور خوش ہیں۔ ناول میں بھی اس تلخ حقیقت کی منظر کشی کی گئی ہے۔ روی کے والدین اور روی کا آپس میں ہیلو ہائے کا تعلق ہے۔ روی کے باقی سارے کام، کھانا پلانا سب بائی کی ذمہ داری ہے۔ اس کے علاوہ روی کے والدین نے کبھی اسے سنسکار سکھانے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ ان کے اپنے یہ حالات تھے کہ وہ اپنے کمرے میں بلیو فلمیں دیکھتے تھے اور بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ وہ بلیو فلم نکالنی بھول گئے اور ایسے ہی اپنے کاموں کے لیے روانہ ہو گئے۔ اس ماحول اور ان کے اس عمل سے لاشعوری طور پر روی متاثر ہوتا رہا اور بالآخر ان کے اس فعل کا خمیازہ روی کو اور انہیں بھی بھگتنا پڑا۔ بارہ سالہ روی اور بارہ سالہ دوست سونالی لاعلمی میں ایک ایسے فعل کا شکار ہوئے جس نے ان کی زندگی بدل کر رکھ دی۔ روی سنیل کو اس بارے میں بتاتے ہوئے کہتا ہے۔

"پاپا کو ایک بار دیکھا تھا فلم دیکھتے ہوئے، میں کمرے میں اچانک گھس گیا تھا۔ پاپا اور ممی۔ پاپا نے ڈانٹ کر بھگا دیا تھا۔ شٹ اپ۔۔۔ اب بڑے ہو گئے ہو۔ کمرے میں ناک کر کے آنا چاہیے۔۔۔ فلم دکھانے کو سونالی نے کہا۔ میں کہاں دکھا رہا تھا اس نے ضد کی۔۔۔ میرا کیا ہے میں نے فلم چلا دی اور۔۔۔"(۱۰)

گویا والدین کی اس لاپروائی سے بچے اور والدین دونوں معاشرے میں معتوب ٹھہرے اور ان کی زندگیاں تباہ ہو کر رہ گئیں۔ مشرف عالم ذوقی نے اس ناول میں اپنے میڈیا کا بھیانک روپ دکھایا ہے۔ صحافت ایک بہت معزز اور مقدس پیشہ ہے۔ صحافت کی طے شدہ اخلاقیات ہیں۔ جن پر عمل پیرا ہونا میڈیا کا فرضِ اولین ہونا چاہیے۔ نیز اس بات کی ہمیشہ سے توقع کی جاتی رہی ہے کہ انصاف کے فروغ اور سچائی پھیلانے کے لیے میڈیا کو ہمیشہ غیر جانبداری سے کام لینا چاہیے۔ مگر افسوس کی بات ہے کہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ میڈیا اخلاقیات کا سارا سبق بھول کر ریٹنگ کے چکر میں عام آدمی کے احساسات و جذبات سے کھیل رہا ہے۔ سیاست اور میڈیا کے باہمی گٹھ جوڑ نے سچائی اور انصاف کا جنازہ نکال دیا ہے۔ ذوقی نے اس حساس معاملے سے پردہ ہٹانے کی کامیاب کوشش ہے۔ روی ریپ کیس میں ابھی معاملہ عدالت میں ہے۔ وکلا حقائق جاننے کی سعی کر رہے ہیں۔ مگر سیاست دان اپنی سیاست چمکانے اور دلت ووٹ حاصل کرنے کے لیے میڈیا کا سہارا لیتے ہیں اور میڈیا ان کے مذموم مقاصد میں ان کا ساتھ دیتا ہے۔ روی ریپ کیس میڈیا میں اچھالا جاتا ہے۔ میڈیا سے اخلاقیات کا سبق غائب ہو چکا ہے، میڈیا حقائق کو توڑ مروڑ کر عوام کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اور اپنا فرض بھول کر خبریں فروخت کرنے میں مصروف ہے۔ روی ریپ کیس کے حوالے سے اخبار میں خبر شائع ہوتی ہے۔ جسے دیکھ کر سنیل کا خود پر قابو نہیں رہتا اور وہ شدید غصے کا اظہار کرتا ہے۔

"اس ملک کا کچھ نہیں ہو سکتا، کچھ نہیں ہو سکتا۔ ہوا کیا؟۔۔۔ اس نے اخبار میری طرف بڑھا دیا۔۔۔ مجھے جیسے کاٹ مار گیا ہو۔۔۔ نابالغ لڑکی کے ساتھ بلاتکار۔۔۔ رپورٹر نے انتہائی بھدے اور غلط طریقے سے ایک ہیڈنگ لگائی تھی۔" (۱۱)

ذوقی نے اس ناول میں بھارتی سیاست کے مکروہ چہرے سے پردہ اٹھایا ہے کہ کیسے سیاست کے اس کھیل میں اپنے سیاسی مفاد کے لیے ایک ریپ کیس کو ڈھال بنایا گیا۔ اس کیس کو شاید ریپ کہنا ہی غلط ہے کیونکہ جنس کے اس کھیل میں دونوں بچے باہمی رضامندی سے شامل تھے۔ مگر سیاسی عزائم کے حصول کے لیے سیاست دانوں نے اس کیس کو ایک غلط رنگ دیا۔ منتری جی، ریپ وکٹم سونالی کے باپ جے چنگی رام کو بلاتے ہیں۔ جو کہ جماعت کا ایک سرگرم دلت کارکن ہے۔ جو آگے بڑھنے چاہتا ہے اور سیاست میں ایک نام پیدا کرنا چاہتا ہے۔ منتری جی اسے آگے بڑھنے کا لالچ دے کر اس کی بیٹی کے بارے میں پوچھتے ہیں او وسوچ بچار میں پڑ جاتے ہیں کہ اس کیس کو کیسے دلت ووٹ اور ہمدردیوں کو سمیٹنے کے لیے استعمال کیا جائے۔ دلت ووٹ کے لیے سیاسی پارٹی اس ریپ کیس کو کیش کراتی ہے۔

" منتری جی ٹہلتے ہوئے بولتے جا رہے تھے۔ زمانہ خراب ہے۔ شیو سینا ٹھیک کہتی ہے۔ گندگی بڑھ رہی ہے۔ ویلن ٹائن ڈے پر پابندی لگا۔ ہم پرانی سنسکرتی تو واپس لا رہے ہیں۔ اور یہ کانگریس والے۔ لاؤ۔ آدھو نکتا ماڈرن بنو۔ دیکھو کیا حشر۔ بارہ سال کا بچہ بلاتکار نہیں کر سکتا ہے کیا جھوٹ نہیں بولتا کیا۔ تھپڑ نہیں مارتا کیا۔ گندی فلمیں نہیں دیکھتا ہے کیا۔ تو پھر بلاتکار کر سکتا ہے۔ نہیں کر سکتا تو ہم کرائیں گے ایف آئی آر درج۔ ؟"(۱۲)

مادیت پرستی نے رشتوں کا تقدس ختم کر دیا ہے۔ ذاتی مفاد کی جنگ میں اولاد اور والدین کے تعلق میں دراڑ ڈال دی ہے اور خلوص کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ مشرف عالم ذوقی نے اس معاشرتی المیے کے حوالے سے بھی نوحہ خوانی کی ہے کہ کیسے ایک باپ اپنے فائدے کے لیے اپنی بیٹی کو استعمال کرتا ہے۔ اسے اس بات کی فکر نہیں ہوتی کہ اس کی بیٹی بدنام ہو گی۔ لوگ اس پر انگلیاں اٹھائیں

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

گے ،اس کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کریں گے۔اس کی بیوی شوبھا اسے منع کرتی ہے، سمجھاتی ہے کہ بیٹی کا معاملہ ہے اس کا نام خراب ہو گا۔ تم اس بارے میں کسی سے ذکر مت کرنا ۔اپنی پارٹی دفتر میں بھی بالکل بات نہ کرنا۔ مگر جے چنگی رام بیٹی اور بیوی سے جان چھڑانے کے چکر میں اس بات کا ذکر پارٹی کے اعلیٰ عہدہ داران سے کرتا ہے اور ان کے سمجھانے پر وہ اس ریپ کارڈ کا بھرپور استعمال کرتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ ایف آئی آر درج کروانے تھانے جاتا ہے اور پولیس والا اسے سمجھاتا ہے کہ دونوں بچے تھے اور نا سمجھی میں ان سے یہ فعل سرزد ہوا۔ قصور کسی ایک کا نہیں ہے۔ نتیجہ کچھ نہیں نکلے گا تو وہ پارٹی عہدہ داران کو فون کرکے پولیس پر دباؤ ڈلواتا ہے اور ایف آئی آر درج کرواتا ہے۔ یہاں دکھایا گیا ہے کہ جاہ و منصب کی خواہش میں ایک باپ صحیح غلط کی تمیز بھول گیا ہے۔ عہدے اور مقام کے لیے باپ اپنی بیٹی کے جنسی استحصال کو استعمال کرتا ہے۔ بارہ سال کی بیٹی کو باپ شہرت اور بڑا آدمی بننے کا لالچ دے کر جلسوں میں شرکت کرواتا ہے۔ اس حوالے سے وہ اپنی بیٹی کو سمجھاتا ہے کہ بڑا آدمی بننے کے لیے ضروری ہے کہ تم ابھی سے میرا ساتھ دو۔ تاکہ چار پانچ سال بعد تم سیاست میں شامل ہو جاؤ اور پھر جلد ہی تم سونیا گاندھی اور مایاوتی کی طرح مشہور ہو جاؤ گی۔ ایک طرح سے یہاں ایک دلت انسان کی خواہشات اور آرزوؤں کا بیان بھی ہے۔ بھارت میں دلت قوم کی کوئی عزت نہیں ہے اور اب عزت اور مقام پانے کے چکر میں ایک دلت ہر حد سے گزرنے کے لیے تیار ہے۔

علاوہ ازیں ذوقی ہندوستانی سیاست کا گھناؤنا چہرہ سامنے لاتے ہیں کہ سیاسی رہنما فرقہ واریت اور فسادات کی مدد سے اپنے اقتدار برقرار کرنے کا جتن کرتے ہیں۔ ان کے لیے معصوموں کا قتل اور عورتوں کا جنسی استحصال عام سی بات ہے۔ اخبارات میں ایسی خبریں عام ہیں۔ مگر کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ ہندو ہندوستان میں مسلمانوں سے آزادی چاہتے ہیں۔ مسلمانوں کی نسل کشی کی جا رہی ہے زندہ مثال گجرات کا واقعہ ہے۔ سیاست دانوں اور حکمرانوں کے سامنے قانون بھی بے بس اور کٹھ پتلی بن جاتا ہے۔ گجرات سانحے پر پولیس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ حق بات کا ساتھ دینے والوں کو ڈرایا دھمکایا جا رہا ہے۔ مسلمانوں کا کوئی دادرسی کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ گواہوں پر دباؤ ڈالا گیا، ثبوتوں کو مٹایا گیا اور یوں انصاف کا قتلِ عام ہوا۔ ظلم و جبر کے ان راکھشوں کے سامنے انسانی جان کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اپنے فائدے کے لیے انسانوں کو چیونٹیوں کی طرح کچل دیا جاتا ہے۔ مظلوم اگر ظلم سہنے کے بعد بھی زندہ ہے اور وہ زندہ رہنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے خاموشی اختیار کرلے اور پنے حق کے لیے آواز نہ اٹھائے۔ میری فرنانڈس، سنیل سے کہتی ہے۔

> ”ہیومن رائٹس کمیشن نے ایک ٹیم بھیجا۔۔۔ بولا اب یہ معاملہ سی بی آئی جانچ کرے گا۔ یہ بھی بولا ان معاملوں کی جانچ گجرات سے باہر ہو۔ کیا ہوا سر، کیا نیائے ملا، ٹائم گزرا، مسلمانوں کو دھمکی دیا گیا۔۔۔ زندہ رہنا ہے تو کمیشن اور میڈیا سے بچیں۔“ (۱۳)

ذوقی اپنے ناول میں طنزیہ انداز میں انسان کی منافقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے اس کی ان کوششوں کا ذکر کرتے ہیں جو وہ دوسری دنیاؤں کی کھوج میں صرف کر رہا ہے۔ اپنی دنیا کو بدرنگ کرکے اس میں نفرت کے خار اگا کر اب انسان دوسرے سیاروں میں زندگی تلاش کرتا پھر رہا ہے۔ اپنی دھرتی لہولہان ہے، زندگی پل پل سسک رہی ہے تڑپ رہی ہے اور انسان دوسری دنیاؤں میں زندگی کی دریافت کرکے فرحاں و شاداں ہے۔ ذوقی سنیل کے منہ سے کہلواتے ہیں۔

> ” مجھے ہنسی آتی ہے۔ مارس پر پانی ہے تو سائنسداں، وہاں پائی جانے والی زندگی کے بارے میں مطمئن ہو جاتے ہیں۔ اور یہاں زمین پر۔ یہ اجلا شفاف پانی۔ جو ہر دن گزرنے کے ساتھ، سرخ پانی میں تبدیل ہوتا جاتا ہے۔ وہ“ (۱۴)

مشرف عالم ذوقی نے پوکے مان کارٹون کو ایک تمثیل کی شکل میں پیش کرتے ہوئے، اس کارٹون کے ذریعے بچوں کی نفسیات کا احاطہ کیا ہے۔ جاپانی کمپنی نے ایک سو پچاس پوکے مان کارٹون ڈیزائن کیے ہیں۔ یہ سب کارٹون الگ الگ خصوصیات کے مالک ہیں۔ یہ کارٹونز کارڈز کی شکل میں بھی دستیاب ہیں۔ ان کارٹون کرداروں نے بچوں کے تخیل کو متاثر کیا ہے اور بچوں نے اپنی ایک الگ فینٹسی بنالی ہے۔ جس میں وہ رہتے ہیں اور رہنا چاہتے ہیں۔

> ”پوکے مان کا اگر اردو میں ترجمہ کیا جائے تو اسے ”جیبی شیطان“ pocket monster کہ سکتے ہیں اور شیطان کی کارکردگیاں، انسانی دنیا میں ہمیشہ منفی اور negative رہی ہیں مگر ذوقی کا یہ ناول منفی نہیں ہے بلکہ آج جو کچھ انسانوں کی سماجی، معاشی اور معاشرتی دنیا میں ہو رہا ہے، اس کی یہ سب نئی تصویریں ہیں۔ جہاں نفسیاتی، اخلاقی اور جنسیات کے تناؤ اور تصادمات ہیں جن سے انسان کنارہ کشی اختیار نہیں کر سکتا کہ کنارہ کشی حقیقت سے فرار کا سبق ہو گا۔ ،، (۱۵)

ناول کا کردار روی بارہ سال کا بچہ ہے جو ریپ کیس میں ملوث ہے اور پوکے مان کے کردار سے بہت متاثر ہے۔ ریفارم ہاؤس میں بھی وہ پوکے مان کے کارڈز لینے کی فرمائش کرتا ہے۔ اس کے پاس بہت سارے ایسے کارڈز ہیں۔ جن کی مدد سے وہ کھیلتا ہے۔ کھیلتے وقت وہ ان کرداروں میں گم ہو کر انہی کی دنیا کا حصہ بن جاتا ہے۔ پوکے مان اور دوسرے کارٹون کرداروں کے حوالے سے پرما کر کہتا ہے۔

Vol. 5No.3 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

"آپ ٹھیک کہتے ہیں۔کارٹونوں نے بچوں کے دل و دماغ پر قبضہ کر لیا ہے۔بچے اب پکاچو اور پو کے مان جیسے کرداروں کے ساتھ جیتے ہیں۔آپ اگر ان کے نام سے ناواقف ہیں تو بچے آپ کے ماڈرن ہونے پر شک کر سکتے ہیں۔لیکن حقیقت اس سے مختلف ہے۔آپ اپنے بچوں کو صحت مند م وطن دوست اور مہذب بنانا چاہتے ہیں تو آپ کو انہیں کارٹونوں سے دور رکھنا ہو گا۔" (١٦)

یہ کارٹون مافوق الفطرت صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں اور بچوں کو ایسی دنیاؤں کی سیر کراتے ہیں، جہاں یہ خود مختار ہوتے ہیں۔ان کی مرضی چلتی ہے۔ہر شے ان کی ملکیت ہوتی ہے۔یہ بہت بہادر ہوتے ہیں۔یہ کسی پر بھی حملہ کر سکتے ہیں۔ان میں اتنی طاقتیں ہوتی ہیں کہ وقت پڑنے پر یہ اپنے دشمنوں کو تہس نہس کر سکتے ہیں۔یہ کردار ایسی دنیا کے باسی ہوتے ہیں جہاں طاقت کے بل بوتے پر کچھ بھی کیا جاسکتا ہے۔وہ سنیل کی آمد پر ان پو کے مانز کے بارے میں اسے آگاہ کرتا ہے۔ان کے وزن، لمبائی، رہائش اور ان کی پوشیدہ طاقتوں کے بارے میں سنیل کو بہت جوش سے بتاتے ہوئے اپنی اس خواہش کا اظہار کرتا ہے کہ وہ ایک ڈریگن پو کے مان بننا چاہتا ہے۔روی، سنیل سے کہتا ہے۔

"کبھی کبھی میری بھی ڈریگن بننے کی خواہش ہوتی ہے۔ڈریگن اچھا لگتا ہے نا۔سب کو مار بھگاتا ہے۔سب پر اٹیک کرتا ہے۔اٹیک کرنا اچھا ہوتا ہے؟ کیوں نہیں۔تم کسی پر اٹیک کرنا چاہو گے؟ کیوں نہیں۔ہر پو کے مان اٹیک کرتا ہے۔تم جانتے ہو اٹیک کرنا کیا ہوتا ہے؟ ہاں سامنے والے کو مار دینا۔kill کرنا۔۔۔دشمن پر اٹیک تو کرنا پڑتا ہے نا۔" (١٧)

جاپانی کمپنی نے ایک سو پچاس پو کے مان تخلیق کیے۔یہ دھول سے آسمان تک، آگ، پانی، ہوا ہر جگہ موجود ہیں۔چھوٹے چھوٹے کیکڑوں اور مچھروں کی شکل میں بھی ہیں۔یہاں تک کہ ان پو کے مانز نے بچوں کے ذہن میں اپنا ایک الگ پو کے مان قائم کر دیا۔بچے پو کے مان جیسی طاقت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔جو خود بھی پو کے مان بننا چاہتے ہیں۔انسان بھی ایک پو کے مان ہے جو اپنے دشمنوں کو زیر کر کے انہیں اپنا غلام اپنا نوکر بنانا چاہتا ہے۔انسان بھی ایک پو کے مان ہے۔ایک سو اکانواں پو کے مان جس نے نت نئی ایسی ایجادات کیں تاکہ ان کی مدد سے وہ دوسرے انسانوں پر قابو پا سکے۔دنیا کے دوسرے حصوں پر قبضہ کر سکے۔خود کو سب سے طاقتور ثابت کر سکے۔اسی طرح ہمارے عہد کے بچے بھی پو کے مان کی طاقت کے نشے میں دھت ہو کر اس کے سحر میں کھو گئے ہیں۔انہوں نے اپنی رئیلٹی چھوڑ کر پو کے مان کی رئیلٹی میں رہنا شروع کر دیا۔انہیں اپنے روایتی ہیرو سے کوئی دلچسپی نہیں رہی۔وہ پو کے مان کی طرح شکتی مان ہونا چاہتے ہیں۔

"بچوں نے اپنے بھارتیہ کھلونے پھینک دیے۔اپنے رئیل ہیروز کو بھول گئے۔اپنی لوک کتھاؤں کو۔انتہائی خاموشی سے سوئیٹ پوائزن کی طرح بہو راشٹریہ کمپنیاں اپنی سازش میں کامیاب ہو گئیں۔باہر کا اسکول، باہر کی زبان، باہر کی لوک کتھائیں، باہر کی تہذیب۔اور غلطی یہ تھی کہ زمین ہماری تھی، خون ہمارا تھا، شہر ہمارا تھا۔"(١٨)

اس سب کی وجہ کیا ہے؟ کیوں ہمارے عہد اور ہماری تہذیب کا بچہ دوسری تہذیب اور دوسرے ہاتھوں میں یرغمال بن گیا ہے۔دنیا سکڑ کر گلوبل ولیج بن گئی ہے۔ٹیکنالوجی کی دنیا کی ایک سمت متعین کی اور نئی منڈیاں ڈھونڈیں۔یہ منڈیاں ان کو ترقی پذیر اقوام کے ہاں ملیں اور سنسکرتی کا رونا رونے والوں نے اپنے فیل گڈ فیکٹر کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ان اداروں اور کمپنیوں کو اپنے ہاں بلا لیا۔نتیجے کے طور پر ہمارے بچے اس ٹیکنالوجی کا نشانہ بننے لگے۔اس ٹیکنالوجی کے طلسم میں گرفتار یہ بچے اپنی الگ دنیا بسانا چاہتے ہیں۔انہیں جدید عہد کی جدید ٹیکنالوجی کے ساتھ جینا ہے، چاہے ان سے بلاتکار جیسے جرائم ہی کیوں نہ سرزد ہوں۔ہر صدی میں جب تہذیب کا سفر وقت کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کی کوشش کرتا ہے۔انسان چیختا چلاتا ہے، مزاحمت کرتا ہے مگر نئی نسل کا فرد وقت کے تقاضوں کے مطابق خود کو ڈھال کر وقت کا چلن سیکھ لیتا ہے۔اس صدی میں بھی ہم رو رہے ہیں۔چونکہ تبدیلیاں ہماری توقع سے زیادہ تیزی سے وقوع پذیر ہو رہی ہیں اس لیے ہم بھی کچھ زیادہ شدت سے رو رہے ہیں۔یہ تغیرات ہم سے ہمارے سنسکار اور اقدار چھین رہی ہیں۔ہمارے راستے بدل رہے ہیں، سوچ کے معیار بدل رہے ہیں، آئیڈیالوجی بدل رہی ہے۔اس گلوبلائزیشن نے بارہ سال کے روی سے بلاتکار جیسی گھناؤنا کروادی ہے۔جسے ابھی تک اس بات کا علم اور اندازہ نہیں ہو سکا کہ اس سے ایسا کون سا جرم سرزد ہو گیا ہے۔اس ساری صورت حال میں مجرم کا تعین کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا روی ایک چھوٹا سا پو کے مان مجرم ہے؟ مجرم جو بھی ہے اسے سخت سے سخت سزا دی جانی چاہیے۔سنیل کمار اپنا فیصلہ سناتا ہے۔

"میں پورے ہوش و حواس میں یہ فیصلہ سناتا ہوں کہ تعزیراتِ ہند دفعہ ٣٠٢ کے تحت۔۔۔میں اس نئی ٹیکنالوجی، ملٹی نیشنل کمپنیز، کنزیومر ورلڈ اور گلوبلائزیشن کو سزائے موت کا حکم دیتا ہوں۔۔۔ہینگ ٹل ڈیتھ" (١٩)

رئیلٹی اور فینٹسی کے اس کھیل میں کون فتح یاب ہوا، اس کا فیصلہ مشکل ہے۔اقدار اور تہذیب کے بچاؤ کے راگ تو الاپے جا رہے ہیں مگر ایسا فیصلہ کن ہتھیار جس کی مدد سے یہ جنگ جیتی جا سکتی ہے وہ انسان کے پاس نہیں ہے۔سنسکاروں کی موت واقع ہو گی یا پھر ان کو بچا لیا جائے گا یا پھر نئی نسل اس تباہی سے گزر کر زندگی گزارنے کے ایسے اصول و سنسکار مرتب کرے گی جو پرانی نسل سے بہتر ہوں گے۔وقت آرہا ہے کہ اس جدید عہد میں ہم ہر اس ہونی کے لیے تیار رہیں جو پچھلی صدی میں ان ہونی سمجھی جاتی تھی۔دنیا تیزی سے بدل رہی ہے۔اس تیزی سے بدلتی

Vol. 5No.3 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

دنیا کے ساتھ چلنے اور اس کے مسائل کو سمجھنے کے لیے ہمیں اپنے مقامی مسائل سے نکلنا ہو گا۔ مسلم کارڈ، دلت کارڈ کھیلنے کے بجائے انسانیت کو جنم دینا ضروری ہے تا کہ اپنی نسل کے ساتھ ساتھ اپنی زوال پذیر اقدار اور سنسکرتی کو بھی بچایا جاسکے۔

جدید ٹیکنالوجی کی بدولت تھوڑے ہی عرصے میں ہر شے کی تعریف بدل گئی ہے۔ سچ کی، جھوٹ کی، غلط کی، ناجائز کی، جائز کی، تفریح کے سامان بدل گئے۔ یہ صرف ہندوستانی معاشرے کا المیہ نہیں ہے، یہ صرف ہندوستانی بچے کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ ہر ترقی پذیر معاشرے اور اس میں موجود بچے کا مسئلہ ہے۔ بچے ایسی فائٹس دیکھنے لگے ہیں جن میں اذیت ہے، ایڈونچر ہے، موت ہے۔ بچے ایسی گیمز کھیلنے لگے ہیں جن میں موت کا ہنگامہ ہے، قتل وخون ہے، تباہی ہے۔ بچوں کو ویپنس اور وار چاہیے۔ جنگ اور کھلونے۔ رئیلٹی اور فینٹسی۔ بچے پو کے مان کی فینٹسی میں جو کھیل دیکھتے ہیں انہیں حقیقت میں دہراتے ہیں۔ ہم سنسکرتی کا ڈھول پیٹ رہے ہیں، اقدار کی گم گشتگی کا ماتم کر رہے ہیں، نصاب کی کتب تبدیل کروا رہے ہیں، کوئی ویلنٹائن کو بند کروا کر تہذیب بچانا چاہتا ہے۔ مگر ان ملٹی نیشنل کمپنیوں کو بھارتی بازار میں اتارنے کے پیچھے بھی ان سیاستدانوں کے گڈ فیل فیکٹر ہیں کماؤ اور عیش کرو۔ سیاستدانوں کو اقتدار کی ہوس ہے۔ صحیح غلط سے کوئی سروکار نہیں۔ اس ساری صورتِ حال میں انصاف کے لیے لڑنا، سسٹم کے خلاف لڑنا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔ آخر میں ہماری نسل کا کیا ہو گا اس کے لیے کون سوچے گا۔ اگر ہم ایسے ہی آپس میں لڑتے مرتے رہے، آپس میں ایک دوسری سے آزادی چاہتے رہے، ایک دوسرے کو مسخر کرنے اور غلام بننے کی فکر میں ہم نے اپنی موجودہ اور آنے والی نسلوں کو فراموش کر دیا تو ہماری نسلیں جدید ٹیکنالوجی کی غلام ہوں گی اور ہم اپنی تہذیب اور سنسکرتی کی قبروں پر ماتم کرتے پائے جائیں گے۔

حوالہ جات

۱۔ فخر الکریم، ڈاکٹر، بیسویں صدی میں اردو ناول چند مباحث، مشمولہ ادبیات، شمارہ نمبر ۲۴۔۲۳، اکادمی ادبیات، پاکستان، جنوری تا جون ۲۰۲۰ء، ص ۴۹

۲۔ احمد صغیر، ڈاکٹر، اردو ناول کا تنقیدی جائزہ، ۱۹۸۰ کے بعد، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۲۰۱۵ء، ص ۱۶۶

۳۔ فخر الکریم، ڈاکٹر، بیسویں صدی میں اردو ناول چند مباحث، مشمولہ ادبیات

۴۔ مشرف عالم ذوقی، پو کے مان کی دنیا، صریر پبلی کیشنز، ۲۰۱۹ لاہور، ص ۱۰۔۹

۵۔ ایضاً، ص ۱۷

۶۔ ایضاً، ص ۷۱

۷۔ ایضاً، ص ۱۶۶

۸۔ ایضاً، ص ۴۶

۹۔ ایضاً، ص ۵۷۔۵۶

۱۰۔ ایضاً، ص ۲۲۹

۱۱۔ ایضاً، ص ۱۷۷

۱۲۔ ایضاً، ص ۱۱۳۵

۱۳۔ ایضاً، ص ۷۹

۱۴۔ ایضاً، ص ۲۲

۱۵۔ امجد طفیل، ڈاکٹر، اردو ناول اکیسویں صدی میں، مشمولہ ادبیات، شمارہ نمبر ۲۴۔۲۳، اکادمی ادبیات، پاکستان، جنوری تا جون ۲۰۲۰ء، ص ۱۰۵

۱۶۔ مشرف عالم ذوقی، پو کے مان کی دنیا، ص ۱۵۴

۱۷۔ ایضاً، ص ۲۳۶

۱۸۔ ایضاً، ص ۲۶۳

۱۹۔ ایضاً، ص ۲۶